AL-TABYEEN, *[ISSN (P)* 2664-1178, *(E)* 2664-1186 | *Jan-Jun-2018, Vol: 2, Issue: 1*

مدنی فلاحی ریاست کی بنیادیں

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر*
پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد اختر**

ABSTRACT

Islam is a religion of peace, sacrifice, welfare, sympathy and service to the community. Islam focuses on the welfare of society and betterment of humanity. An analysis of Islamic teaching shows that one-fourth of these is about belief and worshipping whereas three-fourths are about dealings with others. According to Islamic teachings the important aspects of a society include but not limited to: right of life, life security, safety and care of self-respect, right of justice and human equality etc. The welfare of society in the days of Holy Prophet (SAW) was based on the Quranic principle that Allah created mankind from one male and one female. Therefore, all the people are equal. Similarly, people used to spend money in the way of Allah and service to the community during the days of Holy Prophet (SAW). The Holy Prophet (SAW) has asked people to serve each other, spend money for helping needy people and work collectively for the uplift of society. After Hijrah, The Prophet (SAW) established a state where the governing principle was welfare of humanity. These are the main guidelines to be followed forever, till the day of judgement

Keywords: اسلام، امن، ویلفیئر، خدمت، ہجرت، انسانیت

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، لاہور کیمپس
** سابق چیئرمین شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی

اسلام امن، سلامتی، صلاح و فلاح، ایثار و ہمدردی، غم خواری، غم گساری اور خدمتِ خلق کا دین بن جاتا ہے جس کا پیغام فلاح معاشرہ اور اصلاح انسانیت ہے۔ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ایک چوتھائی حصہ عقائد و عبادات کا ہے جب کہ تین چوتھائی توجہ معاملات پر ہے۔خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق بہترین افراد وہی ہیں جو دوسرے انسانوں کی خیر خواہی اور نفع مندی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ایک مسلم معاشرہ کے افراد خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں اور اسلامی ریاست کے ادارے اور ملازمین بھی رفاہ عامہ اور عوامی فلاح و بہبود کی تدابیر پر عمل پیرا دکھائی دیتے ہیں جس میں حق طلبی سے زیادہ فرائض کی ادائی کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

مدنی ریاست کے کلیدی محرکات و پہلو

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے جو دنیا میں صحت مند معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے۔اس کی تعلیمات میں جابجا اسی کا پرچار نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بنی نوع آدم کی ذہنی، فکری و عملی اصلاح کی طرف توجہ کے ساتھ ساتھ اسی مقصد عظیم کے لیے مبعوث کیا اور تمام مبعوثین کا دین اسلام ہے۔ جنھوں نے دنیا میں اس پیغام کو پہنچایا اور اپنی عملی زندگی سے حکم ربی کا حق ادا کر دیا۔ اسلام کی تعلیمات میں اسلامی معاشرہ کی مختلف جہتوں اور پہلوؤں کو اسلام نے درج ذیل نکات پر واضح کیا ہے جن کو مقاصد شریعت بھی کہا جاتا ہے۔

1۔ حق زندگی

ان میں اولین چیز زندہ رہنے کا حق اور انسانی جان کے احترام کا فرض ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾[1]

”جس شخص نے کسی ایک انسان کو قتل کیا، بغیر اس کے کہ اس سے کسی جان کا بدلہ لینا ہو یا وہ زمین میں فساد برپا کرنے کا مجرم ہو، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔“

2۔ تحفظ جان

﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾[2]

---

[1] - المائدہ5: 32

[2] - ایضاً

"اور جس نے کسی نفس کو بچایا، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔"

اسلام میں کسی بھی صورت میں خودکشی کا جواز نہیں ملتا۔ یعنی اسلام اپنے حلقہ میں آنے والوں سے یہ عہد لیتا ہے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں آپ اپنی زندگی ختم نہیں کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ کسی دوسرے سے زندگی کا حق چھین کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔

3۔ تحفظ عز و شرف

اسلام کے دیے ہوئے انسانی حقوق میں یہ ہے کہ عورت کی عصمت بہر حال محترم ہے، خواہ وہ اپنی قوم کی ہو یا دشمن قوم کی۔ مسلمان کسی حالت میں بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اس کے لیے نہ صرف زنا کو حرام قرار دیا ہے بلکہ زنا کے مقدمات سے بھی منع کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ ہیں ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾[1] یعنی 'زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔' اور مزید برآں اس فعل کی سزا مقرر کر دی گئی ہے۔ یہ حکم کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ عورت کی عصمت پر ہاتھ ڈالنا ہر حالت میں حرام ہے اور کوئی مسلمان اس فعل کا ارتکاب کر کے سزا سے نہیں بچ سکتا، خواہ دنیا میں سزا پائے یا آخرت میں۔ عورت کی عصمت کے احترام کا یہ تصور اسلام کے سوا کسی دوسری تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔

قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ﴾[2] " لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔" ایک دوسرے کی تضحیک نہ کریں۔ ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ﴾[3] " اور تم آپس میں ایک دوسرے پر چوٹیں نہ کرو۔" پھبتیاں نہ کسو، الزام نہ دھرو، طعنے نہ دو، کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں سے اس کی تذلیل نہ کرو۔ ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾[4] " ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔" ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا﴾[5] "اور تم میں سے کوئی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی نہ کرے۔"

---

[1] ۔الاسراء17: 32

[2] ۔الحجرات49: 11

[3] ۔ایضاً

[4] ۔ایضاً

[5] ۔الحجرات49: 12

4۔سائل و محروم کا حق

قرآن مجید میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾[1] " اور مسلمانوں کے مالوں میں مدد مانگنے والے اور محروم رہ جانے والے کا حق ہے۔" تو اس حکم کے الفاظ بجائے خود مطلق ہیں۔ پھر یہ حکم مکہ میں دیا گیا تھا جہاں کوئی مسلم معاشرہ باقاعدہ بنا ہی نہ تھا اور بالعموم مسلمانوں کو غیر مسلم آبادی ہی سے سابقہ پیش آتا تھا۔ اس لیے آیت کا صاف مطلب یہی ہے کہ مسلمان کے مال پر ہر مدد مانگنے والے اور ہر محروم رہ جانے والے انسان کا حق ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ اپنی قوم یا اپنے ملک کا ہو یا کسی دوسری قوم، ملک یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔

5۔حق حریت

اسلام میں کسی آزاد انسان کو پکڑ کر غلام بنانا یا اسے بیچ دینا قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کے خلاف قیامت کے روز میں خود مستغیث (استغاثہ پیش کرنے والا) ہوں گا۔ ان میں ایک وہ شخص ہے جو کسی آزاد انسان کو پکڑ کر بیچے اور اس کی قیمت کھائے (رجل باع حرا فأكل ثمنه)[2] اس فرمان رسول ﷺ کے الفاظ بھی عام ہیں۔ ان کو کسی قوم یا نسل یا ملک و وطن کے انسان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا ہے۔

6۔انصاف کا حق

یہ ایک بڑا اہم حق ہے جو اسلام نے انسان کو بحیثیت انسان عطا کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا﴾[3]

"کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انہیں مسجد الحرام سے روک کر تم ناروا زیادتی کرنے لگو۔"

---

[1] ۔الذاریات 51: 19

[2] ۔ البخاري، محمد بن اسماعيل ، الجامع الصحيح، مكتبة دار السلام، الرياض، 1998ء، كتاب البيوع، باب اثم من باع حرا، رقم الحديث:2227

[3] ۔المائدۃ 5: 2

آگے چل کر پھر فرمایا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾[1]

"اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔"

7۔ انسانی مساوات

اسلام نہ صرف یہ کہ کسی امتیاز رنگ و نسل کے بغیر تمام انسانوں کے درمیان مساوات کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے ایک اہم اصول حقیقت قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾[2]

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مذکر اور مونث سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں گروہ اور قبائل میں بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ب یان فرمایا ہے:

(أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ.....كُلُّكُمْ بَنُو آدَمَ ، وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ)[3]

"کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔"

---

[1] -المائدۃ5: 2

[2] -الحجرات49: 13

[3] - هيثمي، على بن ابى بكر، مجمع الزوائد، مكتبة القدسى، قاهرة،1994ء، 66:3،8: 84

8۔نیکی میں تعاون بدی سے اجتناب

اسلام نے ایک بڑا اہم قاعدہ کلیہ یہ پیش کیا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

"نیکی اور پرہیز گاری میں تعاون کرو، بدی اور گناہ کے معاملے میں تعاون نہ کرو۔"

9۔غیر مقاتلین کے حقوق

اسلام میں سب سے پہلے دشمن ملک کی مقاتل(Combatant) اور غیر مقاتل(Non-Combatant) آبادی کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔جہاں تک غیر مقاتل آبادی کا تعلق ہے(یعنی جو لڑنے والی نہیں ہے یا لڑنے کے قابل نہیں ہے مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، اندھے، اپاہج وغیرہ)اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات یہ ہیں:

(لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا ولا إمرأة)[2]

"کسی بوڑھے، کسی بچے اور کسی عورت کو قتل نہ کرو۔"

(لا تقتلوا الولدان واصحاب الصوامع)[3]

"بچوں اور خانقاہ نشین راہبوں کو قتل نہ کرو۔"

جنگ میں ایک موقع پر حضور ﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی «فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ»[4]"عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کر دیا۔"

10۔بدعہدی کی سخت ممانعت

اسلام میں بدعہدی کی بھی سختی سے ممانعت کر دی گئی۔رسول اللہ ﷺ فوجوں کو بھیجتے وقت جو ہدایات

---

1 - المائدۃ5: 2

2 - ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، مکتبة دارالسلام، الریاض،1998ء، کتاب الجھاد، باب في دعاء المشرکین، رقم: 2614

3 - مجمع الزوائد، 316:5

4 - صحیح البخاري، کتاب الجھاد، باب قتل النساء في الحرب، رقم الحدیث:3015

دیتے تھے، ان میں سے ایک یہ تھی کہ لا تغدروا [1] "بدعہدی نہ کرنا۔"

قرآن مجید اور احادیث میں اس حکم کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے کہ دشمن اگر عہد وپیمان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کرے لیکن تم کو اپنے عہد وپیمان کی خلاف ورزی کبھی نہ کرنا چاہیے۔

11۔ مال کا تحفظ

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو تقریر فرمائی تھی اس میں فرمایا تھا کہ تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر قیامت تک کے لیے حرام ہیں۔ (إنَّ دِماءَكُم، وأمْوالَكم وأعْراضَكُم حرامٌ عَلَيْكُم كَحُرْمة يومِكُم هَذَا، في شهرِكُمْ هَذَا، في بلَدِكُم هَذَا، ألا هَلْ بلَّغْت) [2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ [3] "ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو۔" اسلام نے تمام ناجائز وحرام ذرائع آمدن پر پابندی لگا رکھی ہے اور ہر وہ معاملہ جو ظلم پر مشتمل ہو اس کو حرام قرار دیا اور اہل اسلام کو اس سے منع کر دیا۔

12۔ نجی زندگی کا تحفظ

اسلام اپنی مملکت کے ہر شہری کا یہ حق قرار دیتا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ناروا مداخلت نہ ہونے پائے۔ قرآن مجید کا حکم ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [4] "ایک دوسرے کے حالات کا تجسس نہ کرو۔" ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا﴾ [5] "اپنے علاوہ لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔"

13۔ قضاۃ کی غیر جانبداری

قرآن کا صاف حکم ہے: ﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [6] "اور جب تم لوگوں کے

---

1 - مسلم بن حجاج، الجامع الصحيح، دار احياء التراث العربي، بيروت، (س ن)، كتاب الجهاد والسير، باب تامير الامراء الإمام على البعوث، رقم: 1731

2 - صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى، رقم:1741

3 - البقرہ2: 188

4 - الحجرات49: 12

5 - النور24: 27

6 - النساء4: 58

درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(وَایْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا) [1]

"اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

14۔ مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

آزادی اعتقاد و آزادی ضمیر کے ساتھ اسلام نے لوگوں کو یہ حق بھی دیا ہے کہ ان کی مذہبی دل آزاری نہ کی جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ [2]

"جن معبودوں کو یہ مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان کو گالیاں نہ دو۔"

15۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق

اسلام کے دیے ہوئے حقوق میں سے ایک ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ﴾[3]

"اللہ برائی کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔"

عہد رسالت اور فلاح معاشرہ

دین اسلام نے انسانوں کے بارے میں جو آفاقی و ابدی نظریہ دیا ہے اس میں پیدائش کے لحاظ سے وحدت انسانیت کا تصور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾[4]

---

[1] ۔ صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة،رقم الحديث: 2523
صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، رقم الحديث: 1114

[2] -الانعام6: 108

[3] -النساء4: 148

[4] - الحجرات49: 13

”اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مذکر اور مونث سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں گروہ اور قبائل میں بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔“

اسلام نے تمام انسانوں کو بغیر کسی نسل، وطن اور قومی تفریق کے خطاب فرمایا ہے۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

(الخلق كلهم عيال الله، فأحب خلقه إليه، أنفعهم لعياله) [1]

”تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اپنی عیال کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔“

عہد رسالت کے نظام کا مشاہدہ کیا جائے تو انفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کی کارروائیوں اور سرگرمیوں کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اس نوع کی تمام رواداری، رفاہی، اصلاحی اور سماجی سرگرمیوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہے۔ نمود و نمائش سے خدمت خلق کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ عہد رسالت میں فلاح معاشرہ کا تصور خالصتاً رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے عین مطابق تھا کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے اللہ کی وحی کے خلاف کوئی فعل سرزد نہ ہوتا تھا۔

ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ [2]

”جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [3]

---

[1] - بیہقی، احمد بن حسین، شعب الایمان، مکتبة الرشد، الریاض، 1423ھ، 9:521

[2] - الملک 67: 2

[3] - الحج 22: 77

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو شاید کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔"

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾[1]

"تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ اس سے بے خبر نہ ہوگا۔"

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[2]

"(اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی تنگی تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچالیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾[3]

"اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

درج بالا آیات کی طرح ایسی سیکڑوں نصوص ہیں کہ جن کی عملی شکل آپ ﷺ کی عملی زندگی تھی۔ ان احکام اور آیات کا نقشہ ہمیں عہد رسالت میں مکی دور کے تیرہ سالوں اور مدنی عہد کے دس سالوں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

احادیث میں فلاحی معاشرے کا تصور اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے جو درج ذیل ہے:

---

[1] - آل عمران3: 92

[2] - الحشر59: 9

[3] - الدھر76: 8

آپ ﷺ نے فرمایا:

(إنَّ للهِ تعالى خَلَق خلقًا حَوائجِ الناسِ، يَفْزَعُ الناسُ إليهِم في حَوَائِجِهِم، أولئكَ الآمِنُونَ من عذابِ اللهِ)[1]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو انسانی ضروریات کے لیے پیدا کیا کہ ضرورت کے وقت عام لوگ اپنی ضرورت پیش کریں اور وہ ان کو پورا کریں۔ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف رہیں گے اور امن کی زندگی بسر کریں گے۔"

(إِنَّ للهِ أَقْوَامَا اخْتَصَّهُم بالنِّعَمِ لمنَافِعِ العباد، يقرهم فيها ما يبذلونها فإذا منعوها نزعها منهم فحولها إلى غيرهم)[2]

"بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی نعمتیں اس لیے مرحمت فرماتا ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں،خوشی سے یہ کام انجام دیتے رہیں۔نہ اس سے اکتائیں اور نہ گھبرائیں اور جب وہ لوگ خدمت سے تنگ ہو کر اکتا جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان نعمتوں کو ان سے چھین کر دوسروں کے حوالے کر دے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

(عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قالوا: فإنْ لَمْ يَجِدْ؟ قالَ: فَيَعْمَلُ بيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ ويَتَصَدَّقُ قالوا: فإنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قالَ: فيُعِينُ ذا الحاجَةِ المَلْهُوفَ قالوا: فإنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قالَ: فَيَأْمُرُ بالخَيْرِ أَوْ قالَ: بالمَعروفِ قالَ: فإنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قالَ: فيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فإنَّه له صَدَقَةٌ)[3]

"ہر مسلمان پر صدقہ ضروری ہے۔عرض کیا گیا کہ اگر وہ کچھ بھی نہ پائے؟فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرکے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے۔کہا گیا کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو؟

---

[1] ۔طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الكبير، مكتبة ابن تيمية، قاهرة، س ن ، 358:12

[2] ۔المعجم الكبير: 207:13

[3] ۔البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الادب، باب كل معروف صدقة، رقم الحديث:6022

فرمایا: فریادی، مظلوم اور حاجت مند کی اعانت کرے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی ہمت نہ ہو تو ؟فرمایا: نیکی اور بھلائی کی بات لوگوں کو بتائے۔ کہا اگر یہ بھی نہ کر سکے ؟ تو فرمایا: شرارت اور تکلیف پہنچانے سے باز رہے، یہی اس کے حق میں صدقہ ہے۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(أَطْعِمُوا الجَائِعَ، وعُودُوا المَرِيضَ، وفُكُّوا العَانِيَ) [1]

"بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کی رہائی کا سامان کرو۔"

مدنی معاشرہ میں فلاح معاشرہ کی بنیادیں

ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کے باقاعدہ نمو کا دور تھا اور اسلامی ریاست کی بنیاد ہجرت کے ساتھ ہی پڑ چکی تھی۔ مدینہ میں آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے پیش نظر اصلاحی و فلاحی معاشرہ قائم کیا جس کے رہتی دنیا تک اثرات مرتب ہوئے اور مدینہ میں کیے گئے فلاحی کاموں کی بنیادیں قیامت تک معاشروں کے لیے تعمیرِ انسانیت کا سامان فراہم کرتی رہیں گی۔

ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں فلاحی کام درج ذیل ہیں:

1۔ مسجد قباء کی تعمیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلا فلاحی مرکز مسجد قباء تعمیر کروایا۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز قیام کے بعد 12 ربیع الاول 13 نبوی کو مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اس کار خیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حصہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رخ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پتھر لا کر رکھنا شروع کیے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھاری پتھر اٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر اٹھانے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رہنے دیں، ہم اٹھا لیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہ فرماتے۔[2]

مسجد قباء اصلاحی، مذہبی اور فلاحی ادارہ تھا کہ جس میں ایک مقصد کے لیے تمام مسلمان اکٹھے ہوتے اور

---

[1] ۔البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمة، رقم:5373

[2] ۔ کاندھلوی، محمد ادریس، سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، کتب خانہ مظہری، کراچی، س ن، 1:385

اجتماعیت کی شکل بنتی۔ اجتماعیت میں ہی فلاحی سوچ پروان چڑھتی ہے، گویا یہ مدینہ میں فلاحی اجتماعیت کی بنیاد تھی۔

2۔ مسجد نبوی کی تعمیر

مسجد قباء کی تعمیر کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ میں مسجد کے لیے ایک جگہ منتخب کی۔ یہ جگہ سہل اور سہیل نامی دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ یہ لڑکے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں بلا کر یہ زمین فروخت کرنے کا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے اور آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہبہ بلا قیمت پیش کرتے ہیں ، لیکن آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی قیمت دے کر مسجد کی تعمیر شروع کرائی۔ مسجد کی تعمیر میں آپ ﷺ نے خود شرکت کی۔ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور شعر پڑھتے:

هَذَا الْحَمَالُ لا حَمَالَ خَيْبَرْ　　هَذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرْ

وَيَقُولُ:

اللَّهُمَّ لا خَيْرَ إِلا خَيْرُ الآخِرَةْ　　فَارْحَمِ الأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ [1]

"یہ بوجھ اٹھانا (آخرت کے لیے ہے) یہ خیبر کا بوجھ اٹھانا نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ بوجھ اٹھانا بہت بڑی نیکی کا کام ہے اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔ اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں پس انصار اور مہاجرین پر رحم کر۔"

مسجد نبوی وہ فلاحی ادارہ تھا کہ جس میں مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے اور فلاح و بہبود کے تمام کام سرانجام دیے جاتے تھے۔ یہ وہ فلاحی مرکز تھا جس میں عامۃ المسلمین کے علاوہ غیر ملکی وفود کا دورہ بھی ہوتا اور ان مہمانوں کو مسجد نبوی میں ہی ٹھہرایا جاتا۔ اسی طرح مسلمانوں کے دیگر اجتماعی معاملات بھی اسی فلاحی مرکز میں طے پاتے تھے۔

3۔ مواخات

متذکرہ بالا دو مساجد کی تعمیر کے بعد مہاجرین کی اقامت کا مسئلہ تھا۔ آپ ﷺ نے فلاحی تدبیر کے ساتھ مہاجرین کو انصار مدینہ کے ساتھ مواخات کے رشتہ سے پیوستہ کر دیا کہ ایک انصاری ایک مہاجر کا بھائی بن جائے اور اسے اپنے مال و آبرو میں حصہ دے۔ اس طرح یہ عظیم فلاحی منصوبہ کامیاب ہوا۔ مہاجرین اکثر خالی ہاتھ

[1] ۔البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ھجرۃ النبي ﷺ واصحابه الی المدینۃ، رقم: 3906

بے سر و سامانی کے عالم میں صرف اپنا جسم و جان سلامت لے کر آئے تھے۔ اکثر کے گھر بار، بال بچے اور بیویاں بھی اپنے علاقوں اور بستیوں میں رہ گئی تھیں یا کفار نے چھین لی تھیں۔ ایسے حالات میں اتنے بے سر و سامان لوگوں کا مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں آجانا مسلمانوں اور حکومت کے لیے گمبھیر مسئلہ تھا۔ آپ ﷺ نے اسے مواخات کے ذریعے حل کیا۔ مواخات کا مطلب ہے ایک دوسرے کو باہمی بھائی بنانا۔

آپ ﷺ نے انصار کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر جمع کیا اور فرمایا:

"ہر شخص ایک مہاجر کو لے لے، دونوں مل کر کام کریں اور کمائیں اور مل کر کھائیں۔ انصار نے ایثار کیا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو مستقل طور پر دے دیجیے۔ لیکن خوددار مہاجرین نے یہ قبول نہ کیا اور کہا غیر مزروعہ زمینیں انہیں دے دیں اور پیداوار کا ایک بڑا حصہ بطور اجرت لے لیا کریں۔"[1]

انصار نے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنائے جانے کے فرمان نبوی کو انتہائی خوش دلی سے قبول کیا اور اس طرح سیکڑوں بے روزگاروں کا مسئلہ ایک دن میں حل ہو گیا۔ اس مواخات میں کافی عرصے تک باہمی وراثت بھی چلتی رہی پھر یہ سلسلہ وحی سے منسوخ کر دیا گیا۔

مواخات کے اس فلاحی منصوبے کے ذریعے آپ ﷺ نے نوزائیدہ اسلامی حکومت میں آمدہ مہاجرین کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسئلہ حل کر لیا۔ مدینہ کے معاشرہ میں باہم فلاحی تعاون کی یہ پہلی مثال ہے جو آپ ﷺ نے مواخات سے قائم کی۔

4۔ میثاقِ مدینہ

مہاجرین و انصار کے مواخات کے بعد شہر کی بقیہ آبادی کی تنظیم کی طرف توجہ دی گئی۔ چونکہ مدینہ میں مختلف اقوام و قبائل اقامت پذیر تھے۔ ضروری تھا کہ ایسے معاشرہ میں امن و آشتی کے لیے اقدامات کیے جاتے۔ آپ ﷺ نے اقوام مختلفہ کے درمیان ایک فلاحی معاہدہ کیا اور یہ دنیا کا پہلا معاہدہ اور فلاحی دستور تھا جو لوگوں کے درمیان رواداری، برابری، ایک دوسرے کی سلامتی اور امن و عافیت کے لیے کیا گیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ان کے والد کے مکان میں سارے مسلم و غیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور آنحضرت ﷺ کی تجویز پر سب متفق ہو گئے کہ بیرونی حملوں کے دفاع اور اندرونی جھگڑوں کے تصفیے وغیرہ کے لیے شہر میں ایک تنظیم عمل میں لائی جائے اور ایک شخص کو بطور حاکم اعلیٰ متعین کیا

---

[1] - ابن سعد، محمد ، الطبقات الکبریٰ مکتبة العلوم والحکم،مدینة المنورة،1408ھ،1:123

جائے۔ حقوق و فرائض تحریری طور پر مرتب کیے گئے۔[1]

یہ دستاویز جو کسی مملکت کے لیے تحریری طور پر مدون کیے ہوئے دستور کی دنیا میں پہلی مثال اور اجتماعی معاہدہ تھی، اس کی 53 شقیں تھیں۔

یثاق مدینہ کی دفعات رواداری، مذہبی آزادی اور حسن تعاون پر مبنی تھیں اس لیے مدینہ کے اندر رہنے والی اقوام مختلفہ یہودی اور دیگر غیر مسلموں کے پاس بے اعتباری کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ان دفعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں انسانی فلاح کا کس قدر خواہاں ہے۔ دنیا میں معاشروں کے درمیان امن و آشتی اور فلاح و بہبود کا ماحول بنانے کے لیے موجودہ معاشروں کے لیے یثاق مدینہ کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

5۔ صفہ کا فلاحی ادارہ

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی صفہ کا چبوترہ قائم کر دیا گیا جس میں طالبان علم ہر وقت اکٹھے رہتے اور یہ ادارہ ایک طرح کی اقامتی و فلاحی یونیورسٹی بھی تھی۔ ایسے نئے آئے مہاجرین اور طالب علم جو دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے یا مجاہدین جو جہاد کے لیے نکلتے یا انتظار میں رہتے تھے، یہاں آکر مقیم ہوتے۔ یہ سب لوگ نہایت غریب، بے سہارا اور بے گھر ہوتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر دین کی تعلیم و تربیت لیتے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بیچتے یا دوسری مزدوری ملتی تو بھی کر لیتے۔ بعض اوقات مزدوری نہ ہونے اور کھانے کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بھوکے رہتے۔ ان کی تعداد ستر (70) اور بعض اوقات چار سو (400) تک پہنچ جاتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (حدیث نبوی کے سب سے بڑے راوی جن سے پانچ ہزار تین سو چہتر "5374" احادیث مروی ہیں) کا تعلق بھی اصحاب صفہ سے ہے۔

ان لوگوں کی پرورش اور ضروریات کا خیال نبی ﷺ بقدر استطاعت کرتے تھے۔ کبھی ان کو دودھ پیش کرتے، کبھی کھانا دیتے۔ مدینہ منورہ میں صفہ کی بنیاد پر آج مسلم معاشرے میں دینی مدرسوں اور یتیم خانوں کی شکل میں فلاحی ادارے قائم ہیں۔

6۔ وقف املاک

نبی کریم ﷺ کی ترغیب سے لوگوں نے بہت سی املاک افادۂ عام کے لیے وقف کر دیں۔ مدینہ میں پینے کے پانی کی قلت تھی۔ پھر جو کنویں تھے ان میں سے اکثر یہودیوں کے تھے۔ ان سب سے قریبی کنواں بئر رومہ تھا۔ یہ کنواں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے کہنے پر چار ہزار دینار میں اس کے یہودی مالک سے

---

[1] ۔ابن هشام، عبدالملک، السيرة النبوية، مصطفى البابى، مصر، 1375ھ 4:441

خرید ااور اللہ کے لیے وقف کر دیا۔[1]

جب آیت ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حتى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبّون﴾ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال میں سے سب سے محبوب باغ کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پہ یہ باغ اپنے رشتہ داروں، چچاؤں اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[2]

مدینہ منورہ میں اس طرح کے دیگر اوقاف کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ افادہ عام کے لیے وقف کیے جانے والی املاک کا ان لوگوں میں رواج تھا اور اس فلاحی کام کی باضابطہ ابتدا مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں ہوئی۔

7۔ غزوہ خندق میں حفاظتی حصار

شوال 5 ہجری میں بیرونی حملہ آوروں نے مدینہ کی آبادی پر یلغار کی تو مدینہ منورہ کے اجتماعی دفاع کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے مشورہ کے ساتھ مدینہ کے گرد حملہ سے بچنے کے لیے خندق کھدوائی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حصہ لیا۔ خندق کھودنے کا کام سخت تھا کہ جس میں پتھروں کو توڑ کے آگے بڑھا جا سکتا تھا لیکن جانثاران نبوت نے اس اجتماعی مفاد کے کام میں یہ سخت مشکل مرحلہ بھی عبور کر لیا۔ خندق کی کھدائی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار پڑھتے:

اللَّهُمَّ لا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الآخِرَهْ   فَاغْفِر الأَنْصارَ والمُهاجِرَهْ
واللهِ لَوْلَا اللهُ ما اهْتَدَيْنَا   ولَا تَصَدَّقْنَا ولَا صَلَّيْنَا
فأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا   وثَبِّتِ الأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الأُلَى قدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

ورَفَعَ بهَا صَوْتَهُ: أَبَيْنَا أَبَيْنَا[3]

"یا اللہ زندگی تو اصل میں آخرت کی ہی زندگی ہے۔ سو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔ یا اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر سکینت نازل فرما۔ اگر

---

[1] ۔نسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الاحباس، باب وقف المساجد، مکتبة المطبوعات الاسلامیة، حلب، 1406ھ، رقم الحدیث: 3606

[2] ۔البخاري، الجامع الصحیح، کتاب الزکاة علی الاقارب، رقم الحدیث: 1461

[3] ۔البخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الاحزاب، رقم الحدیث: 4098، 4104

دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رکھ۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے جب یہ لوگ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔"

آخری لفظ کو سب مل کر بار بار کہتے أبینا أبینا۔ یہ تمام عمل اہل مدینہ کے تحفظ اور اجتماعی فلاح کے لیے تھا۔

8۔ حاجت مندوں کی خدمت کی ترغیب

معاشرے میں نادار اور مفلس لوگوں کے لیے فلاحی اقدامات کی ضرورت ریاستی و انفرادی طور پر از بس ضروری ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے ایسے اقدامات و ترغیبات قیامت تک کے لیے آنے والی انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنی ہدایات کے ذریعے مدینہ کی ریاست کو ایک فلاحی ریاست کا اعلیٰ نمونہ بنایا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مضر قبیلے کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کے بھوک و افلاس کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دُکھ سے متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں گئے، پھر جلد ہی واپس باہر تشریف لے آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اذان اور پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ الحشر کی یہ آیت تلاوت کی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو۔"

پھر فرمایا: ہر شخص اپنے دینار و درہم سے، اپنے کپڑوں سے، گندم کے صاع اور کھجور کی مقدار سے صدقہ کرے یہاں تک کہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

---

[1] ۔ الحشر 59: 18

اس کے بعد انصار کا ایک شخص رقم کی تھیلی لے کر آیا جس سے اس کے ہاتھ تھک رہے تھے۔ پھر سامان لانے والوں کا تانتا بندھ گیا اور کھانے کی اشیاء اور کپڑوں کے دو بڑے ڈھیر لگ گئے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی و سرور سے سونے کی طرح چمکتا ہوا دیکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَن سَنَّ في الإسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعُمِلَ بهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ له مِثْلُ أَجْرِ مَن عَمِلَ بهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِن أُجُورِهِمْ شيءٌ، وَمَن سَنَّ في الإسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ عليه مِثْلُ وِزْرِ مَن عَمِلَ بهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِن أَوْزَارِهِمْ شيءٌ[1]

”جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اور اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اس پر اس کا گناہ ہو گا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہو گا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان سے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔“

فلاح و بہبود کی مذکورہ صورت حال اور بنیادی تصورات ہمیں مدینہ کے اسلامی معاشرے سے بخوبی دکھائی دیتے ہیں۔

9۔ لوگوں کی مالی حالت کا خیال رکھنا

مال انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسانی معیشت سے ہی امور زندگی مرتب ہوتے ہیں اور اس پر انحصار کر کے وہ اپنے دنیاوی معاملات سر انجام دیتا ہے۔ معاشرے میں افلاس و غربت اور ناداری کا حل اجتماعی یا انفرادی طور پر فلاحی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے مالی معاونت کو رواج دینا ہوتا ہے کہ مال انسان کی بقا کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾[2]

---

[1] ۔مسلم، الجامع الصحیح، كتاب الكسوف ، باب الحث على الصدقة رقم الحديث:1017

[2] ۔النساء4: 5

"اور تم بے وقوفوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

كاد الفقر أن يكون كفرا [1]

"تنگ دستی وفاقہ انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔"

باہمی مالی ضرورتوں کے پورا کرنے کا اعلیٰ نمونہ دیکھنا ہو تو مدینہ میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کی زندگی کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ دور تک بیت المال کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ ﷺ سے بکریاں دینے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے سب کی سب دے دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا: (يا قَوْمِ أَسْلِمُوا، فإنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لا يَخْشَى الفَاقَةَ) [2] "لوگو! اسلام قبول کر لو، محمد (ﷺ) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔"

آپ ﷺ کی مدنی زندگی معاشرے میں مالی تعاون کے اقدامات کا بہترین نمونہ ہے اور اس کی مذکورہ مثال کی طرح درجنوں مثالیں ہیں۔ آپ ﷺ کا لوگوں کے متعلق اس رویہ کا اندازہ اس طور لگایا جا سکتا ہے کہ جو تنگ دست شخص آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوتا اگر آپ ﷺ کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہوتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتے ورنہ وعدہ فرما لیتے۔

مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر معاشرے میں افلاس وناداری کا خاتمہ اور امن و آشتی کو رواج دینا ہے تو اس کے لیے مدینہ میں اسلامی معاشرے کو سامنے رکھنا از حد ضروری ہے کہ جس میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے فلاح معاشرہ کی بنیادیں فراہم کیں جن پر عمل کر کے قیامت تک کے لیے آنے والی انسانیت فیض یاب ہو سکتی ہے۔

نتیجۂ بحث

اسلام کا تصور فلاح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے انسانیت کی خدمت ہے اور یہی مطمع نظر اسلام کے ہر نام لیوا کا

---

[1] ۔المتقی الهندی، علي بن حسام الدين، كنز العمال، مؤسسة الرسالة،بيروت، 1981ء، 492:6

[2] ۔مسلم، الجامع الصحيح، كتاب الفضائل ،باب ما سئل رسول اللهﷺ شيئا قط فقال لا و كثرة عطائه، رقم الحديث: 2312

ہونا چاہیے کیونکہ ان کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی اسوہ ہے اور عہد رسالت میں فلاح انسانیت کے مظاہر ہمیں آپ ﷺ کے مکی و مدنی ادوار میں جابجا ملتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں فلاح انسانیت کے ایسے اقدامات کیے جو عالم انسانیت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ فلاح معاشرہ کے لیے مدینہ میں ہونے والے اقدامات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو دنیا میں ہر طبقہ کے لیے اس میں اصلاح و فلاح معاشرہ کا وافر سامان مل سکتا ہے۔